الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الامارۃ

خلافت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مَلِک اور سلطان کی تعریف:

خلافت کا لغوی معنی ہے امارت، امامت اور جانشینی۔ وہ شخص جو حضور اکرم ﷺ کا جانشین ہو کر تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کا انتظام کرے اور تمام مسلمانوں پر اس کی اتباع واجب ہو۔

مَلِک

جو کسی ملک کا والی ہو اور وہاں کے انتظام کا مالک ہو۔

سلطان

جو کسی مسلم ریاست کا والی ہو اور مسلمان ہو۔

خلیفہ اور سلطان میں فرق:

1...... خلیفہ تمام جہان میں ایک وقت میں ایک ہی ہو سکتا ہے۔ جبکہ سلطان الگ ملکوں میں الگ۔

2...... خلیفہ کے لئے قریشی ہونا شرط ہے جبکہ سلطان کے لئے نہیں۔

3...... خلیفہ بلا وجہ شرعی سلطان کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہو سکتا جبکہ خلیفہ کے صرف کہہ دینے سے سلطان معزول ہو جاتا ہے۔

خلافت کی شرط:

خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے۔ تمام فقہاء کے نزدیک خلیفہ ہونے کے لئے قرشی ہونا شرط ہے۔ معتزلہ، خوارج اور اہل بدعت کے نزدیک غیر قرشی کا خلیفہ ہونا بھی جائز ہے۔ مگر ان لوگوں کا قول باطل ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

اعتراض:

کئی خلیفہ ایسے گزرے ہیں جو غیر قرشی تھے تو پھر حدیث پاک (خلافت قریش میں ہی رہے گی) کا کیا مطلب؟

جواب:

جو خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے وہ خلافت راشدہ ہے اور بعد میں جو غیر قرشی حکمران ہوئے تو وہ درحقیقت خلیفہ نہ تھے بلکہ ملوک وسلاطین تھے۔

باب الناس تبع لقریش فی الخیر و الشّرّ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ لِكَافِرِهِمْ".

خیر وشر سے مراد اسلام اور جاہلیت ہے۔یعنی اسلام اور جاہلیت میں لوگ قریش کے تابع ہیں۔کیوں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی قریش عرب کے سردار تھے اور فتح مکہ کے بعد جب قریش اسلام لائے تو عرب نے اسلام لانے میں ان کی پیروی کی۔اس طرح اسلام میں بھی وہی خلفاء رہے۔اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت قریش میں ہی رہے گی جب تک کہ قریش میں دو فرد بھی باقی ہوں۔

بارہ خلفاء اور تیس سال تک خلافت کی احادیث میں تطبیق:

اعتراض:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسلام غالب رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے"۔

اور حضرت سفینہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء قال سعید قال لی سفینۃ امسک علیک ابابکر سنتین و عمر اعشر او عثمان اثنی عشر و علی کذا"

ترجمہ...... خلافت النبوۃ تیس سال رہے گی پھر اللہ جسکو چاہے گا ملک عطا کردے گا حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سال شمار کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اتنے سال (پانچ سال نو ماہ اور چھ ماہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت رہی۔)

ایک حدیث مبارکہ میں بارہ خلیفوں کا ذکر ہے اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں تیس سال تک خلافت رہنے کا ذکر ہے۔اور اس روایت کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک پانچ خلیفہ ہوتے ہیں تو دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے ہوگی؟

جواب:

ان احادیث میں تعارض نہیں ہے۔جن احادیث میں بارہ خلیفوں تک غلبہ اسلام اور خلافت قائم رہنے کا ذکر ہے ان میں مطلقا خلافت کا ذکر ہے خواہ وہ خلافت علی منہاج النبوۃ ہو یا علی منہاج النبوۃ تو نہ ہو لیکن اس خلافت میں غلبہ اسلام ہو۔اور جن احادیث میں تیس سال تک خلافت کا ذکر ہے ان میں خلافت نبوۃ کی تخصیص ہے۔

اعتراض:

حدیث مبارکہ میں بارہ خلیفوں کا ذکر ہے حالانکہ اس سے زیادہ خلفاء ہوئے؟

جواب

1...... جس حدیث مبارکہ میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے وہاں حصر مقصود نہیں کہ صرف بارہ ہی ہوں گے بلکہ بارہ کا عدد ذکر کیا یہ عدد پورا ہوگیا اس سے زیادہ کا ہونا اس کے خلاف نہیں۔

2...... بارہ خلفاء تک اسلام غالب رہے گا اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جس خلیفہ کی بیعت پر تمام مسلمان متحد ہوں اور یزید بن ولید سے پہلے ایسے بارہ حکمران گزر گئے جن پر سب مسلمان متفق تھے۔

3...... بارہ خلیفوں سے مراد وہ مستحقین خلافت ہیں جو عدل وانصاف کے ساتھ حکمرانی کریں ان میں سے کچھ گزر گئے اور جو باقی رہ گئے وہ وقوع قیامت سے پہلے گزر جائیں گے۔

☆...... علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ بارہ خلفاء سے مراد وہ ہیں جن کے دور میں اسلام کو قوت حاصل ہوئی اور ان پر مسلمان مجتمع رہے کہ ان کی بیعت کی گئی اور ان کی خلافت کو تسلیم کیا گیا اور وہ یہ ہیں:

1۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔2۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۔3۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۔4۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ۔5۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۔6۔یزید بن معاویہ۔7۔عبد الملک بن مروان۔8۔ولید بن عبد الملک۔9۔سلمان بن عبد الملک۔10۔عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ۔11۔یزید بن عبد الملک۔12۔ولید بن یزید بن عبد الملک۔

ولید بن یزید بن عبد الملک نے چار سال حکومت کی پھر اسے قتل کر دیا گیا اس کے بعد فتنے برپا ہوئے اور کسی ایک خلیفہ پر امت متفق نہ ہوئی کیونکہ بنو امیہ کے باقی افراد کی طرف سے فتنے شروع ہو گئے تھے۔

بارہ خلفاء کے متعلق دوسرا قول:

بارہ خلفاء کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے ایسے خلفاء مراد ہیں جو صالح اور عادل تھے اور حق پر تھے اگرچہ یہ متصل اور متوالی نہ تھے انکے درمیان انقطاع آتا رہا اور بارہ تمام مدت اسلام میں پورے ہوں گے۔ اور وہ یہ ہیں:

1۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔2۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۔3۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۔4۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ۔5۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ ۔6۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۔7۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۔8۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ۔9۔مہدی عباس رضی اللہ عنہ ۔10۔طاہر عباسی رضی اللہ عنہ اور دو خلیفہ منتظر ہیں جن کا اہلبیت سے ظہور ہوگا۔

نوٹ: پہلے والے قول میں یزید بن معاویہ کو شامل کیا گیا ہے اس کو ان خلفاء میں شامل نہیں کی گیا جو حق پر تھے بلکہ ان میں کیا ہے جن کی خلافت کو بالعموم تسلیم کیا گیا اور ان کی بیعت کر لی گئی خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔

باب الاستخلاف و ترکہ

☆...... امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ وقت قریب المرگ ہو تو اس کے لئے اپنا خلیفہ بنانا اور نہ بنانا دونوں امر جائز ہیں۔ اگر نہ بنائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہوگا اور اگر بنائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت پر۔ اگر خلیفہ کسی کو خلیفہ نہ بنائے تو ارباب حل وعقد اور شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے۔

☆...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں خلیفہ نہ بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لئے خلیفہ بنایا تھا کہ آپ کے نزدیک خلافت کے تمام اوصاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں جمع تھے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا جائے گا۔ اس لئے آپ نے اپنے علم پر اکتفاء فرمایا۔ نیز اس لئے نہ بنایا تا کہ خلیفہ بنانا لازم نہ ہو جائے آپ نے خلیفہ کے تقرر کو امت کے اجتہاد اور اس کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔

باب النھی عن طلب الامارۃ و الحرص علیھا

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ: "لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ أُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا"

☆...... امارۃ طلب کرنا ممنوع ہے۔ اور طالب منصب کو منصب نہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ کی توفیق و تائید شامل نہیں ہوتی۔

☆...... بعض لوگ منصب طلب کرنے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے منصب طلب کیا تھا

{قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم}

جواب استدلال مذکورہ:

1...... یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ شریعت سابقہ ہے اور سابقہ شریعت کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں وہ ہم پر حجت نہیں۔

2...... حضرت یوسف علیہ السلام نے جو عہدہ طلب کیا تھا وہ اجازت الٰہی سے تھا جو ان کو وحی حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق میں یہ متصور نہیں۔

مرتد سے طلب توبہ میں اختلاف آئمہ

مرتد کو قتل کرنے میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے لیکن اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

مرتد سے توبہ طلب کی جائے گی۔

امام ابو یوسف، امام حسن بصری اور اہل ظواہر رحمہم اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

مرتد سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی اگر اس نے خود ہی توبہ کر لی تو قضاء قبول نہیں قتل کا حکم ساقط نہیں ہوگا عند اللہ مقبول ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من بدّل دینه فاقتلوہ"

حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

مرتد اگر مسلمان کی اولاد ہو تو توبہ طلب نہیں کی جائے گی اور اگر وہ پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تو توبہ طلب کی جائے گی۔

مرتد سے توبہ طلب کرنا واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی بار:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح قول یہ ہے کہ اس سے اسی وقت توبہ طلب کرنا واجب ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

تین دن تک توبہ طلب کی جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

مرتدہ کو قتل کرنے میں اختلاف آئمہ:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

عورت اگر ارتداد کرے تو اسے بھی مرد کی طرح قتل کر دیا جائے گا۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

عورت کو قید کیا جائے گا قتل نہیں کیا جائے گا۔

حسن اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

اسکو لونڈی بنالیا جائے گا۔

باب کراهة الامارة بغير ضرورة

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: "قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي، قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ، قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ: إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا"

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے خدمت نہیں دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے مونڈھے پر مارا اور فرمایا: "اے ابو ذر! تو ناتواں ہے اور یہ امانت ہے (یعنی بندوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کو ادا کرنے ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن خدمت سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں مگر جو اس کے حق ادا کرے اور راستی سے کام لے۔"

منصب قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے خصوصاً جو اہل نہ ہو اس کو اور منصب قبول کرنے سے قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی اس شخص کو ہوگی جو منصب کا اہل نہ ہو اور قبول کر لے یا اہل تو ہو لیکن ذمہ داریاں پوری نہ کرے اور اس کے حقوق ادا نہ کرے۔ لیکن جو اہل ہو اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرے تو احادیث میں اس کے فضائل موجود ہیں۔

باب فضیلة الامیر العادل وعقوبة الجائر

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا"

غَشَّ: سختی کرنا۔ رَفَقَ: نرمی کرنا۔ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ: حاکم بنانا۔ غَاشٌّ: خائن۔ لَا يَجْهَدُ: جدوجہد کرنا۔ يَنْصَحُ: خیرخواہی کرنا۔ رِعَاء: راعی کی جمع حاکم۔ اَلْحُطَمَةُ: ظالم بادشاہ۔ نُخَالَةٌ: تلچھٹ۔

"عن یمین الرحمٰن عز وجل و کلتا یدیہ یمینٌ" کے معنی میں اختلاف:

جمہور اسلاف اور بعض متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

ہم ان الفاظ پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی تاویل نہیں کرتے۔ اس کا معنی ہم کو معلوم نہیں کہ اللہ عزوجل کی دائیں جانب سے کیا مراد ہے لیکن بہرحال اس کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ اسکا ایسا معنی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ**:**

دائیں جانب سے اچھی حالت اور بلند مرتبہ مراد ہے۔

ابن عرفہ:

اہل عرب افعال محمودہ اور جہت محمودہ کو یمین سے تعبیر کرتے ہیں۔

کلتا یدیہ یمین:

دونوں ہاتھ یمین ہیں سے اس بات پر تنبیہ ہے کہ یمین سے مراد عضو نہیں ہے اعضاء کا ثبوت اللہ عزوجل کے لئے محال ہے۔

نور کے منبر:

نور کے منبروں سے مراد یا تو حقیقی معنی ہے یا مجازاً منازل رفیعہ مراد ہیں۔

☆...... امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا طریقہ قتل میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ میدان جنگ میں قتل کئے گئے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ جنگ کے بعد قید کی حالت میں قتل کئے گئے۔

باب وجوب طاعة المراء فی غیر معصیة وتحریمها فی المعصیة

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي"،

مَنْشَطٌ: خوشی، پسندیدگی۔ مَكْرَهٌ: ناپسندیدگی۔ اَثْرَةٌ، اِثْرَةٌ، اُثْرَةٌ: تجھ پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں۔ مُجَدَّعُ الاطراف: اعضاء بریدہ۔ يَقُوْدُ: وہ حکم دے۔ كُفْرٌ بَوَاح: کھلا کفر۔

☆...... اللہ جل جلالہ کا فرمان:

{یا ایها الذین امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم}

ابن جریج نے کہا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ کے حق میں نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں امیر لشکر بنا کر بھیجا۔

جمہور نے کہا کہ "اولی الامر" سے مراد امراء اور حکام ہیں۔ **ایک قول** یہ ہے کہ "اولی الامر" سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔

☆...... غیر معصیت میں امیر کی اطاعت واجب اور معصیت میں امیر کی اطاعت حرام ہے۔ اور حدیث پاک "علیک السمع والطاعة فی عسرک ویسرک ومنشطک ومکرهک واثرة علیک" اور اس جیسی دیگر احادیث جس میں مطلق ذکر کیا گیا ہے تو مراد یہ ہے کہ ہر حال میں امیر کی اطاعت لازم ہے خواہ جس امر کا حکم دیا گیا وہ نفس پر گراں اور دشوار ہی کیوں نہ

ہو لیکن غیر معصیت میں ۔اور معصیت میں اطاعت نہیں کیون کہ حدیث پاک میں ہے:

"لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف"

اور

"فان امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ"

تو دونوں احادیث غیر معصیت پر محمول ہیں۔

باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن وتحذیرِ الدعاۃ الی الکفر

خیر وشر کے اعتبار سے ادوار امت کی تقسیم:

زمانہ جاہلیت کے بعد خیر ہوگی پھر شر ہوگا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی لیکن اس خیر میں کچھ میل ہوگا اس کے بعد پھر شر ہوگا تو اس کی شرح میں علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جو تین احوال بیان کئے گئے یہ خلافت کے تین احوال ہیں۔ **پہلی قسم** خیر محض ہے اور یہ خلفاء راشدین کی خلافت ہے جو خلافت علی منہاج النبوۃ ہے۔ **دوسری قسم** وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا اس خیر کے بعد شر ہوگا یہ ملوکیت کا دور ہے جو خلافت راشدہ کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ تک رہا۔ **تیسری قسم** وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا اس شر کے بعد خیر ہوگی لیکن اس میں کدورت ہوگی اس کی تفسیر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے کی گئی۔ اس کے بعد جو ملوک وسلاطین آئے انکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شر کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

بیعت کے بعد امام کا فسق ظاہر ہوا تو بیعت کے توڑنے یا نہ توڑنے میں اختلاف:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مسلک اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالی کا مؤقف:

امام کی بیعت کے بعد اس میں فسق ظاہر ہو جائے تو اسکی بیعت توڑنا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔ جمہور مذکورہ حدیث کی بنا پر اس کو منع کرتے ہیں۔

بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالی کا مؤقف:

فاسق امام کے خلاف خروج جائز ہے۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خروج سے استدلال کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اختلاف ابتداء میں تھا بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا کہ فاسق امام کے خلاف قیام اور خروج جائز نہیں ہے۔

☆...... حدیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس امام کی بیعت منعقد ہوگئی اسکی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں خواہ وہ لوگوں پر ظلم کرے اور یہ کہ فسق سے امام معزول نہیں ہوتا۔

باب الامام جُنّۃٌ

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"الامام جنۃ یُقاتل من ورائہ ویُتقیٰ بہ"

یعنی امام ڈھال ہے اور اس کی پشت پناہی میں جنگ کی جاتی ہے اور وہ ذریعہ امان ہے۔ **امام کے ڈھال** ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ڈھال حملہ سے محفوظ رکھتی ہے اسی طرح امام دشمنوں کے حملوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ملک کے داخلی اہل فساد سے لوگوں کو بچاتا ہے اور ملت بیضاء کی حفاظت کرتا ہے اس لئے اس کو ڈھال سے تعبیر فرمایا۔ **اس کی پشت پناہی میں جنگ سے**

یہ مراد ہے کہ مسلمان فوجیں اس کی قیادت میں کفار، باغیوں اور دیگر اہل فساد سے جنگ کرتی ہیں۔اور **اس کے ذریعے امان ہونے** کا مطلب یہ ہے کہ امام کی سیاسی تدبیروں کی وجہ سے مسلمان فسادیوں اور ظالموں کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول

قولہ ﷺ

"کانت بنو اسرائیلَ تَسُوْسُھم الانبیاءُ"

یعنی بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی انتظام فرماتے۔

سیاست کی تعریف:

سیاست کا معنی ہے کسی چیز کی اصلاح کا انتظام کرنا۔اور اصطلاح میں سیاست کا معنی ہے ملک کے داخلی اور خارجی استحکام کے لئے غور وفکر اور تدبر کرنا، الجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنا، قوم کے دکھ درد دور کرنے اور اس کی فلاح وبہبود کے لئے لائحہ عمل بنانا۔

تثویب کا ثبوت:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک بار سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ایک جگہ قیام کیا تو لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے منادی نے نداء دی "الصلوۃ جامعۃً" یعنی جماعت تیار ہے۔تو اس حدیث سے تثویب کا ثبوت ملتا ہے۔اور ایسا کرنا بدعت نہیں۔

باب اذا بُوْیعَ لخلفتین

قولہ ﷺ

"اذا بُوْیعَ لخلفتین فاقتلوا الْاٰخرَ منھما"

یعنی جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔اس حدیث مبارکہ سے پتا چلا کہ خلیفہ کا ایک ہونا ضروری ہے اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی لیکن خلیفہ کا ایک ہونا ابتدائی تیس سال میں ضروری تھا اور تیس سال گزرنے کے بعد خلافت ختم ہوگئی اور ملوکیت شروع ہوگئی۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قتل کا حکم اس صورت پر محمول ہے جب بغیر قتل کے معاملہ مندفع نہ ہوتا ہو۔

باب وجوب الانکار علی الامرء فیما یخالف الشرع وترک قتالھم ما صلّوا ونحو ذالک

قولہ ﷺ

"فمن کرِہ فقد برِئَ"

یعنی جس نے برائی کو ناپسند جانا وہ اس عذاب کے سے بری ہوگیا۔اور یہ اس کے حق میں ہے جو برائی کو نہ ہاتھ سے مٹا سکتا ہو اور نہ زبان سے اس کا انکار کرسکتا ہو تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ برائی کو دل سے برا جانے تاکہ وہ عذاب سے بری ہوجائے۔لہذا عوام جب حکام کے خلاف شرع کاموں کو دیکھیں تو اگر عملی اصلاح کر سکتے ہیں تو کریں ورنہ زبان سے ان کاموں کا رد کریں اس پر بھی قادر نہ

ہوں تو زبان سے ان کاموں کو برا جانے۔

قولہ ﷺ

"لا ما صلّوا"

یعنی جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں تو ان سے جنگ نہ کرو۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جب تک حکمران قواعد اسلام میں کوئی تغیر نہ کریں تو اس وقت تک ان کے خلاف خروج جائز نہیں۔ اور یہ کہ محض ظلم و فسق سے حکمرانوں کے خلاف خروج جائز نہیں۔

باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش عند ارادۃ القتال

و بیان بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ

حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام کی تعداد:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی **ایک روایت** میں ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے۔ اور ان ہی کی **دوسری روایت** میں پندرہ سو کا ذکر ہے۔ اور **حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی** رضی اللہ عنہ **کی روایت** میں تیرہ سو کا ذکر ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحیحین کی اکثر روایات میں چودہ سو کا ذکر ہے۔ اور ان میں تطبیق ایسے ممکن ہے کہ اصل میں چودہ سو سے کچھ زائد تھے تو جس نے چودہ سو کا ذکر کیا اس نے کسر کو ترک کر دیا اور جس نے تیرہ سو کا ذکر کیا اس کے نزدیک یہ عدد متعین نہیں تھا۔ اور جس نے پندرہ سو کا ذکر کیا اس نے تعلیما کسر کو ایک سو قرار دیا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ ایک اندازہ تھا اور مقصود کثرت بیان کرنا تھا اور اندازے میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

حدیبیہ میں بیعت کس چیز کی لی گئی تھی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے فرار نہ ہونے پر بیعت کی تھی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے موت پر بیعت کی تھی اور بعض روایات میں اسلام اور جہاد پر بیعت کا ذکر ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمام احادیث کا معنی ایک ہی ہے۔ مقصود مشترک ہے عدم فرار پر بیعت کا معنی یہ ہے کہ ہم صبر کریں گے حتی کہ ہم دشمن پر غلبہ پالیں یا پھر شہید ہو جائیں۔ اور یہی موت پر بیعت کرنے کا معنی ہے کہ ہم صبر کریں گے اگرچہ ہماری موت واقع ہو جائے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فی نفسہ موت مقصود ہے۔ اور جہاد اور صبر پر بیعت کا بھی یہ ہی معنی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن سے کنویں کا پانی زیادہ ہو جانا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لو کن مائۃ الف لکفانا کنا الفا و خمس ماۃ"

یعنی اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کفایت کر جاتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب صحابہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں کنویں کا پانی جوتے کے تسمے کے برابر تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن اس کنویں میں ڈالا اور برکت کی دعا کی تو وہ پانی جوش مارنے لگا اور زیادہ ہو گیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

شجر بیعت رضوان کے مخفی ہونے کی حکمت:

جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی بعد میں صحابہ اس کی شناخت نہ کر سکے۔اس درخت کے مخفی ہو جانے کی حکمت یہ تھی کہ چونکہ اس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی اور خیر و برکت اور سکینہ کا نزول ہوا تو اگر وہ درخت اسی طرح معلوم اور متعین رہتا تو اندیشہ تھا کہ دیہاتی اور ناواقف لوگ اس کی عبادت میں نہ لگ جائیں۔لہذا اس کا مخفی ہو جانا بھی اللہ کی رحمت تھا۔

ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بیعت لینے کی وضاحت (حدیث نمبر 4824):

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے بھیجے ہوئے لشکر سے لڑنے کی تیاری کی تو ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ یزید کے خلاف لڑنے کی بیعت لی۔ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی یہ بیعت بیعت خلافت نہ تھی۔

باب تحريم الرجوع المهاجر الى استيطان وطنه

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا قول:

"لا ولكن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذِنَ لى فى البدو"

یعنی نہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگلوں میں رہنے کی اجازت دی تھی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی تے ہیں کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ مہاجر کا اپنی جائے ہجرت کو ترک کر کے واپس اپنے وطن لوٹنا حرام ہے اور یہ کہ مہاجر کا واپس جنگلوں اور دیہاتوں میں لوٹ جانا حرام ہے۔اسی لئے حجاج بن یوسف نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ تم اپنی پرانی روش کے مطابق جنگلوں میں رہنے لگے۔تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا دوبارہ دیہات میں رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی اجازت کی بنا پر ہے۔**یا** یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے وطن کی بجائے کسی اور جگہ رہائش اختیار کی ہو۔**یا** یہ کہ وطن واپس لوٹنے کی حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔**یا** پھر یہ ممانعت فتح مکہ سے پہلے تھی۔

باب المبايعة بعد فتح مكة على الاسلام و الجهاد و الخير و بيان معنى لا هجرة بعد الفتح

قوله صلى الله عليه وآله وسلم

"ان الهجرة قد مضت لاهلها و لكن على الاسلام و الجهاد و الخير"

یعنی اہل ہجرت کی ہجرت ختم ہو چکی تاہم اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہونے کا معنی:

دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے۔اور مذکورہ فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو تاویلیں ہیں۔**پہلی** یہ کہ مکہ فتح ہونے کے بعد وہ دارالاسلام بن گیا لہذا اب وہاں سے ہجرت کرنا مقصود نہیں۔اور **دوسری** یہ کہ جو ہجرت مقصود تھی اور جس میں فضیلت تھی اور جو لازم تھی وہ فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گئی اور جن مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی ان پر ختم ہو گئی کیوں کہ فتح مکہ کے بعد اسلام غالب ہو گیا۔

اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرنے کا معنی:

مطلب یہ کہ خیر کا حصول ہجرت کے سبب تو فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گیا البتہ جہاد اور نیت صالحہ سے باقی ہے۔

ہجرت کے انقطاع اور عدم انقطاع میں اختلاف:

جمھورفقہاء کاموقف:

دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کاحکم قیامت تک باقی ہے۔

دلیل:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

''جب تک جھاد ہے ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔''

ایک اورروایت میں ہے ارشادفرمایا:

''ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہیں ہوگی، اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوتو بہ منقطع نہیں ہوگی۔''

بعض فقہاء کاموقف:

فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہوچکی ہے۔

دلیل:

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

''لا ھجرۃ بعد الفتح''

یعنی فتح کے بعد ہجرت نہیں۔

دلیل کاجواب:

مطلب یہ ہے کہ جوشہر فتح ہوگیا اب اس ہجرت نہیں۔اور مکہ سے ہجرت منقطع ہوگئی اب وہ کفار کاشہر نہ رہا۔

غیر اسلامی ملکوں سے ہجرت کرنے کاحکم:

وجوب ہجرت:

جولوگ کفار کے شہر میں ہوں اور وہاں انکے لئے دین کا اظہار کرنا اور فرائض وواجبات کواداکرنا کواداکرناممکن نہ ہواور ہجرت پر قادر ہوں تو ہجرت واجب ہے۔

﴿الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماواھم جھنم وساءت مصیرا﴾

یعنی کیااللہ عزوجل کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، ان کاٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی براٹھکانا ہے۔

عدم وجوب ہجرت:

جوکفار کے شہر میں فرائض وغیرہ اداکرنے پر قادر نہ ہواور کسی عذر کی بناپر ہجرت نہ کرسکتا ہوتو ہجرت واجب نہیں۔

﴿الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا﴾

ترجمہ: ہاں! جو مرد عورتیں بچے واقعی بے بس ہوں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، ان سے شاید اللہ تعالی درگزرفرمائے اور اللہ تعالی بڑامعاف کرنے والا اور درگزرکرنے والا ہے۔

ہجرت کامستحب ہونا:

جودارالکفر میں رہتے ہوئے فرائض وواجبات بخوبی اداکرسکتے ہوں اگرچہ ہجرت پر قادر ہوں انکے لئے ہجرت مستحب ہے۔مستحب اس وجہ سے ہے کہ دارالاسلام میں رہ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاداور دیگر امور خیر میں شریک ہوسکیں گے۔

باب بیان سن البلوغ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' احد کے دن جنگ کرنے میں، میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا، اس وقت میں چودہ سال کا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی اور خندق کے دن میں پندرہ سال کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔''

بلوغت کی حد میں اختلاف:

امام شافعی، امام احمد اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف:

بلوغت کی حد پندرہ سال ہے یعنی لڑکا یا لڑکی جب پندرہ سال کے ہو جائیں تو خواہ لڑکے کو احتلام یا لڑکی کو حیض نہ آیا ہو، بالغ سمجھے جائیں گے۔ اور مکلف شمار ہوں گے، ان پر عبادات کے احکامات جاری ہو جائیں گے۔ اور لڑکا مال غنیمت میں سے حصے کا مستحق ہوگا اور اگر اہل حرب کے ساتھ جنگ میں ہو تا قتل کر دیا جائے گا۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف:

لڑکے کے لئے 18 سال اور لڑکی کے لئے 17 سال۔

دلیل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''حتی یبلغ اشدہ''

اور شدۃ اور پختگی 18 سال کی عمر میں آتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہی تفسیر مروی ہے۔ اور چونکہ لڑکیوں کی نشو نما لڑکوں کی نسبت جلد ہوتی ہے اس لئے اس کے حق میں ایک سال کم کر دیا۔

نوٹ...... امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ وامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں جو پندرہ سال کا ذکر ہے تو وہ جہاد میں شرکت اور مال غنیمت سے حصہ لینے کے لئے پندرہ سال کی عمر ہونا ضروری ہے۔ یعنی پندرہ سال کی عمر میں صرف جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے گی اور مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا جائے گا۔

باب النھی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار اذا خیف وقوعہ بایدیھم

قرآن پاک کو کفار کی زمین میں لے جانا منع ہے اور حدیث پاک میں علت یہ بیان ہوئی کہ ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک کفار کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں۔ اور جب یہ علت نہ ہو بایں طور کہ مسلمانوں کا لشکر غلبہ کے ساتھ ارض کفار میں داخل ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں۔

یہ ہی **امام اعظم** رحمہ اللہ تعالیٰ **اور امام بخاری** رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مذہب ہے۔**

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ **اور بعض شوافع** رحمہم اللہ تعالیٰ **نے کہا کہ ممانعت مطلقا ہے۔**

باب المسابقة بين الخل وتضميرها

تضمیر و اضمار:

گھوڑے کا چارہ کم کر کے ایک گرم جھول پہنا کر کسی کوٹھری میں بند کر دینا تا کہ اس کو پسینہ آئے اور اسکا گوشت کم ہو اور زیادہ تیز دوڑ سکے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ **رماتے ہیں:**

"اضمار کا معنی یہ ہے کہ پہلے گھوڑوں کو کھلایا پلایا جائے پھر ان کا کھانا بتدریج کم کیا جائے یا ان کا چارہ کم کر کے ایک کوٹھری میں رکھا جائے اور ان پر جھول ڈال دی جائے تا کہ انھیں خوب پسینہ آئے اور ان کے دوڑنے کی صلاحیت بڑھ جائے۔"

باب الخيل في نواصيها الخير الى يوم القيامة

قال رسول الله صلی اللہ علیہ والہ وسلم**:**

"الخيل في نواصيها الخير الى يوم القيامت"

یعنی گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے برکت رکھ دی گئی۔ اور خیر سے مراد اجر ہے۔ نیز ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ گھوڑوں کو باندھنا ثواب کا کام ہے اور مستحب ہے۔

اعتراض:

دوسری احادیث میں ہے کہ گھوڑے میں نحوست ہے اور اس حدیث میں خیر کا ذکر ہے۔ تو تطبیق کیسے ہو گی؟

جواب:

ان احادیث میں تطبیق ایسے ممکن ہے کہ جو گھوڑے جہاد اور اچھے کاموں کے لئے ہوں ان میں خیر ہے۔ اور جو گھوڑے برے کاموں کے لئے ہوں ان میں نحوست ہے۔

باب ما يكره من صفات الخيل

قال ابو هريره رضی اللہ عنہ**:**

"كان رسول الله صلی اللہ علیہ والہ وسلم يكره الشكال من الخيل"

شکال کی تعریف:

ابن درید نے بیان کیا کہ وہ گھوڑا جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر سفید ہو وہ اشکل ہوتا ہے۔ **ابو عبید** نے کہا کہ جس گھوڑے کے تین پیروں میں سفیدی ہو اور ایک عام ہو یا ایک پیر میں سفیدی ہو اور تین عام ہوں۔ **مطرزی** نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ جس کے دو ہاتھ سفید ہوں اور ایک قول یہ ہے کہ جس کے دونوں پیر سفید ہوں وہ اشکل ہوتا ہے۔

اشکل کو ناپسند کرنے کی وجہ:

اس ناپسندیدگی سے شرعی کراہت مراد نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پیروں میں دوڑنے کی زیادہ قوت نہیں ہوتی۔

باب فضل الجهاد و الخروج فی سبیل اللہ

قولہ ﷺ:

”والذی نفس محمد بیدہ لو ددت انی اغزو فی سبیل اللہ فأُقْتَلُ ثم اغزو فاقتل ثم اغزو فاقتل“

اعتراض:

موت کی تمنا کرنا تو ٹھیک نہیں تو پھر سرکار ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا منع ہے۔لیکن اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جان دینے کی تمنا کرنا اور موت کو بصورت شہادت طلب کرنا مستحسن اور مستحب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالی

اس باب کی احادیث میں شہادت کی بہت عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے کہ شہادت کا اجر وثواب دیکھ کر شہید کے سوا اور کوئی شخص دنیا میں واپس جانے کی تمنا نہیں کرے گا۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔نضر بن سہیل نے کہا ہے کہ ان کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتے ہیں۔اور ان کی ارواح اسی وقت جنت میں حاضر (شاہد) ہو جاتی ہیں،اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی ارواح قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی۔ابن الانباری نے کہا کہ ان کو شہید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے فرشتے ان کے حق میں جنت کی شہادت دیتے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ موت کے وقت ان کے پاس ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور ان کے ارواح کو لے جاتے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ ان کا ظاہر حال ان کے ایمان اور خاتمہ بالخیر پر شہادت دیتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن یہی لوگ سابقہ امتوں کے سامنے یہ گواہی دیں گے کہ ان کے انبیاء علیہم السلام نے ان کو تبلیغ کر دی تھی۔

باب بیان ما اعدّہ اللہ تعالی للمجاہد فی الجنۃ من الدرجات

قولہ ﷺ

”یُرفع بھا العبد مائۃ درجۃ فی الجنۃ ما بین کل درجتین کما بین السماء و الارض“

قاضی عیاض نے کہا کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور درجات سے مراد منازل ہیں جو بعض بعض سے بلند ہیں اور جنت کی ایسی ہی صفت ہے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ بلندی سے یہاں یہ مراد ہو کہ ان کو اتنی کثیر اور عظیم نعمتیں ملیں گی جن کا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے۔یا یہ کہ ان کی فضیلت کا ہر درجہ اتنا بڑا ہو گا جتنا زمین اور آسمان میں فاصلہ ہے۔

باب من قُتِلَ فی سبیل اللہ تعالی کفرت خطایاہ الا الدَّیْنُ

قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"القتل فی سبیل اللہ یُکَفِّرُ کلّ شیئٍ الا الدینَ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کے گناہوں کی معافی سے قرض کو جو مستثنیٰ کیا ہے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاد، شہادت اور دیگر نیک اعمال صرف حقوق اللہ کا کفارہ ہو سکتے ہیں، بندوں کو حقوق کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔

باب فی بیان ان ارواح الشهداء فی الجنة و انهم احیاء عند ربهم یرزقون

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"ارواحهم فی جوف طیر خضر"

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ مختلف اقوال میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ روح پرندہ ہوتی ہے یا پرندے کی صورت ہوتی ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ بعض علماء نے اس کو مستبعد قرار دیا ہے اور بعض دوسرے علماء نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اور نہ اس میں کوئی چیز لائق انکار ہے۔

اعتراض:

بعض ملحدین ان احادیث میں تناسخ پر استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اچھے انسانوں کی روح مرنے کے بعد اچھے جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں اور برے انسانوں کی روح مرنے کے بعد برے جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں اور یہ ہی ثواب اور عقاب ہے اور یہ لوگ جنت اور دوزخ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ہندوؤں کا بھی یہ ہی عقیدہ ہے اور وہ اس کو آواگون سے تعبیر کرتے ہیں۔

جواب:

لیکن ان احادیث سے ان کو مؤقف پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تناسخ اور آواگون کا حاصل یہ ہے کہ کہ مرنے کہ بعد روح کسی اور جسم میں آ جاتی ہے اور وہ اس جسم کی حیات کا سبب ہوتی ہے اور جسم میں ایسے ہی سرایت کرتی ہے جیسے پہلے جسم میں سرایت کئے ہوئی تھی۔ اس کے برخلاف جن احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں پرندوں میں ہوتی ہیں ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان پرندوں میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان پرندوں کی حیات ان روحوں کے سبب سے ہوتی ہے بلکہ وہ روحیں ان پرندوں میں بمنزلہ سوار اور مسافر ہیں اور وہ پرندے بمنزلہ سواری ہیں اور ان پرندوں کی اپنی الگ روح ہوتی ہے جس سے ان کی حیات ہوتی ہے۔

روح کی ماہیت میں فقہاء اسلام کے نظریات:

۱ جمہور علماء رحمہم اللہ تعالی اور متکلمین رحمہم اللہ تعالی نے یہ کہا ہے کہ روح کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں اور اس کا بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

"قل الروح من امری ربی"

۲ بعض علماء رحمہم اللہ تعالی نے کہا کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اس جسم عنصری کے مشابہ ہے۔ اس کی حیات سے یہ جسم زندہ ہے۔ اللہ عزوجل کی یہ عادت جاریہ ہے کہ جب یہ جسم لطیف جسم عنصری سے نکل جاتا ہے تو اس جسم کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

۳ بعض علماء رحمہم اللہ تعالی نے کہا کہ روح ایک جسم ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ روح جسم سے نکل گئی اور نکلنا جسم کی صفت ہے معنی کی نہیں۔

باب فضل الجهاد و الرباط

شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں، گھاٹیوں اور وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے۔

امام شافعی اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالی کا مؤقف:

اجتماعی اور تمدنی زندگی خلوت گزینی سے افضل ہے بشرطیکہ شہروں کی اجتماعی زندگی میں فتنوں سے سلامت رہنے کی امید ہو۔

بعض علماء رحمہم اللہ تعالی کا مؤقف:

خلوت گزینی سے افضل ہے۔

بغیر کسی ناگزیر وجہ کے اسلام میں خلوت گزینی کی اجازت نہیں ہے۔

باب بیان الرجلین یقتل احدھما الآخر یدخلان الجنۃ

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"یَضْحَکُ اللّٰہُ الی الرجلین یقتل احدھما الآخر"

اس حدیث میں اللہ تعالی کے ہنسنے سے مراد انسانوں کی متعارف ہنسی نہیں ہے بلکہ ان دو بندوں کے فعل پر اللہ تعالی کا راضی ہونا ہے۔

باب من قاتل للریاء و السمعۃ استحقّ النارَ

قیامت کے دن کن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا؟

قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا اور ایک حدیث میں نماز کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں قتل کا ذکر ہے۔ تو ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ یہ اولیت اضافی ہے اور ہر شے کی اولیت اس کی نوع کے اعتبار سے ہے۔ جن اعمال کو شہرت اور نام آوری کے لئے کیا جاتا رہا ان اعمال میں سب سے پہلے شہید عالم اور مالدار کے متعلق فیصلہ ہوگا۔ اور ارکان دین میں سب سے پہلے نماز اور مظالم میں سب سے پہلے قتل کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔

باب قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما الاعمال بالنیۃ انہ یدخل فیہ الغزوُ و غیرہ من الاعمال

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"انما الاعمال بالنیات"

تمام مسلمانوں کا اس حدیث کی اہمیت اور عظمت پر اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔ فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثلث الاسلام ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ احادیث میں فقہ کے ستر باب ہیں۔ بعض فقہاء نے کہا کہ یہ حدیث ربع الاسلام ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ تعالی وغیرہ نے کہا کہ جو بندہ کوئی کتاب تصنیف کرے وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتداء کرے تاکہ اس کی نیت صحیح ہو۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالی نے اس قول کو مطلقاً آئمہ سے ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی اور دیگر آئمہ نے اسی وجہ سے اس حدیث سے اپنی اپنی

تصنیف کی ابتداء کی ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں سات مقام پر ذکر کیا ہے۔

آیا نیت کرنا عمل کی صحت کے لئے ضروری ہے یا عمل کی فضیلت کے لئے

امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کا مؤقف اور امام مالک رحمہم اللہ تعالی کا ایک قول

اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا۔اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا'' ولکل امرءٍ مانوی ''، ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے اور اس سے ثواب ہی مراد ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا موقف:

اعمال کا شرعاً معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے۔اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا۔

اگر نیت کے بغیر عبادات کی جائیں تو ان پر ثواب ہوگا یا نہیں:

ابن سمعانی نے کہا کہ جو اعمال عبادات سے خارج ہیں اگر ان میں بھی عبادات کی نیت کر لی جائے تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے۔

باب ذم من مات ولم یغز ولم تُحدِّثْ نفسُہ بالغزو

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''من مات ولم یغز ولم یُحدِّثْ بہ نفسہ مات علی شعبۃ من نفاق''

جو شخص جہاد یا اس کی تمنا کئے بغیر مر گیا تو وہ ان منافقوں کے مشابہ ہے جو بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے کسی فعل کی نیت کی اور اس فعل کو کرنے سے پہلے مر گیا تو اس شخص کی ایسی مذمت نہیں ہوگی جیسی اس شخص کی ہوگی جو اس کی نیت کئے بغیر مر گیا۔

باب بیان الشھداء

حکمی شہداء کی تعداد:

علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد کو تیس تک پہنچایا ہے۔۱۔ جو شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہو جائے۔۲۔ ڈوب جائے۔۳۔کسی شے کے نیچے دب جائے۔۴۔نمونیہ ہو جائے۔۵۔عورت دردزہ میں مر جائے۔۶۔پھیپھڑوں کی بیماری ہو۔۷۔سفر ہو۔۸۔مرگی ہو۔۹۔بخار ہو۔۱۰۔اہل کی حفاظت کر رہا ہو۔۱۱۔مال کی حفاظت کر رہا ہو۔۱۲۔جان کی حفاظت کر رہا ہو۔۱۳۔مظلوم ہو۔۱۴۔کسی سے عشق ہو اور اس کو مخفی رکھتے ہوئے حرام کاری سے بچے۔۱۵۔جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندہ لگنے سے اچھو ہو اور اس سے مر جائے۔۱۶۔درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔۱۷۔بادشاہ نے ظلماً قتل کیا ہو۔۱۸۔یا زبردستی پٹوایا ہو۔۱۹۔بادشاہ کے خوف سے روپوشی میں مر گیا۔۲۰۔سانپ یا بچھو نے کاٹا ہو۔۲۱۔طلب علم شرعی میں مرا ہو۔۲۲۔ثواب کی نیت سے اذان دیتا ہو۔۲۳۔سچا تاجر۔۲۴۔جو شخص اپنے اہل، اولاد اور دیگر ماتحت لوگوں میں اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور ان کو حلال کمائی کھلاتا ہو۔۲۵۔جہاز میں متلی اور قے سے مر جائے۔۲۶۔جو عورت سوکن یا کسی دوسری عورت سے غیرت پر صبر کر کے مرے۔۲۷۔جو شخص ہر روز پچیس بار یہ دعا مانگے'' الھم بارک لی فی الموت و فیما بعد الموت ''۔۲۸۔جو شخص نماز چاشت پڑھے، ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے اور سفر و حضر میں کبھی وتر کو ترک نہ کرے۔۲۹۔جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی پر مضبوطی سے قائم رہے۔۳۰۔جو شخص اپنے مرض موت میں چالیس بار کہے'' لا الہ الا انت سبحانک انی کنتُ من الظالمین ''۔

حقیقی شہید کے غسل و دیگر احکام میں اختلاف آئمہ

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ

جب کسی مسلمان شخص کو میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کے متعلق فرمایا:

”انہیں ان کے خون کے ساتھ کپڑوں میں لپیٹ دو اور انہیں غسل مت دو“

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ **کا موقف:**

جب کسی مسلمان شخص کو میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا **ایک قول** یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

باب قولہ ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خالفہم

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے اہل علم کا گروہ مراد ہے۔ **امام احمد بن حنبل** رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس سے محدثین کا گروہ مراد ہے۔ **قاضی عیاض** رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس سے اہل سنت و جماعت اور محدثین مراد ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے اس گروہ کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں بہادر مجاہدین، فقہاء، محدثین، زہاد، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے شامل ہیں اور اسی طرح خیر کے اور متعدد شعبوں کے لوگ شامل ہیں، اور یہ ضروری نہیں کہ یہ تمام اقسام کسی ایک جگہ جمع ہوں بلکہ یہ تمام اقسام روئے زمین کے مختلف حصوں میں رہیں گی۔

باب کراھۃ طروق وھو دخول لیلا

قولہ ﷺ

”اذا قدِم احدکم لیلا فلا یاتینَ اھلہ طروقا“

سفر سے رات کو واپس گھر آنے کی ممانعت کا محمل:

اس ممانعت سے مقصد یہ ہے کہ اس کے گھر والے اس کے استقبال کے لئے ذہنی طور پر تیار ہوں۔ اگر اس کے آنے کی خبر پہلے ہی مل جائے تو اب رات کے وقت گھر آنے میں حرج نہیں کیوں کہ مقصود حاصل ہو گیا۔

کتاب الصید و الذبائح و مایؤ کل من الحیوان

اللہ رب العزت کے انسان پر ان گنت احسانات ہیں ان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے حلال جانوروں کے شکار کی اجازت عطا فرمائی ۔اور یہ بھی اسکا احسان ہے کہ اس نے صرف ان ہی جانوروں کے کھانے کی اجازت عطا فرمائی جن کا کھانا انسان کی صحت اور سلامتی کا ضامن ہے اور جن کا کھانا انسان کی صحت یا اس کے اخلاق کے لئے مضر ہے ان کو اللہ رب العزت نے حرام کر دیا۔مثلا مردار، درندے، پنجوں سے پھاڑنے والے پرندے اور خنزیر۔

شکار کرنا بالاتفاق جائز ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ چاہے کھانے کے لئے ہو یا فروخت کرنے کے لئے ۔البتہ لہولعب کے لئے شکار کرنا مکروہ ہے ۔لہذا شکار کسی نفع کے لئے ہونا چاہیے۔

ذبح کا لغوی اور شرعی معنی اور ذبح کی اقسام:

کسی دھار والی چیز کے مس کرنے سے حیوان میں جو حدت اور جلن پیدا ہوتی ہے اس کو لغت میں ذکاۃ (ذبح) کہتے ہیں ۔ایک قول یہ ہے کہ نجس اور فاسد خون کے بہانے کو ذکاۃ کہتے ہیں ۔ پھر ذکاۃ کی دو قسمیں ہیں ۔ ۱۔قدرت اور اختیار کے وقت مَذبَح میں قتل کرنا (جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو جبڑوں اور سینہ کے بالائی حصہ کی درمیانی جگہ کو کاٹنا ذبح ہے) اس کو ذکاۃ اختیاری کہتے ہیں ۔ ۲۔اگر مذبح میں ذبح کرنا دشوار ہو تو جانور کی جو جگہ بھی قابو میں آئے اس کو زخمی کر دینا اس کو ذکاۃ اضطراری کہتے ہیں ۔

شکار کی شرائط:

شکار کا جواز چند شرائط کے ساتھ مختص ہے۔

۱۔ جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ سدھایا ہوا ہو۔

۲۔ جانور جس کے ساتھ شکار کیا جائے وہ زخمی کرنے والا ہو۔

۳۔ شکاری جانور کو اس کا مالک بھیجے اس نے خود سے شکار نہ کیا ہو۔

۴۔ شکاری جانور کو بھیجتے وقت تسمیہ پڑھی ہو۔

۵۔ جس جانور کا شکار کیا جائے اس کا کھانا حلال ہو۔

۶۔ شکاری جانور شکار کرنے والے کی نظر سے غائب نہ ہوا ہو یا وہ اس کے ڈھونڈنے سے تھک نہ جائے۔

جانور کو پتھر یا لاٹھی ماری اور وہ جانور اس کی ضرب سے مر گیا تو اگر چہ یہ فعل ذکر تسمیہ کے بعد کیا ہو شکار حلال نہیں ہوگا کیوں کہ یہ اشیاء کاٹنے والی نہیں بلکہ توڑنے والی ہیں ۔ یہ ہی حکم بندوق کی گولی کا ہے۔ ہاں اگر اس نے پتھر یا لاٹھی یا بندوق سے شکار کیا اور جانور مرا نہیں بلکہ زندہ تھا اور یہ جا کر اسے ذبح کرتا ہے تو یہ شکار حلال ہے۔ ذکر تسمیہ کے بعد تیر چلایا اور تیر کی چوڑائی جانور کو لگی اور وہ مر گیا تو شکار کا یہ ہی حکم ہے اگر تیر کا پھل لگا اور اس سے وہ زخمی ہو گیا تو شکار حلال ہے۔

باب الصید بالکلاب المعلمة

شکار یا ذبح کے وقت ترک تسمیہ عمدا یا سہوا میں مذاہب آئمہ:

امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ تعالی کا مؤقف:

بوقت ذبح یا بوقت شکار ترک تسمیہ عمداً سے جانور حلال نہ ہوگا۔ سہواً ایسا ہوا تو شکار اور ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ **کا موقف:**

ترک تسمیہ عمداً ہو یا سہواً شکار اور ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال ہو جائیں گے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ **کا موقف:**

ترک تسمیہ عمداً ہو یا سہواً شکار اور ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال نہیں ہوں گے۔

کافروں کے برتنوں کا حکم:

اگر کافروں کے استعمال شدہ برتنوں کے علاوہ برتن نہ ہوں تو ان کے برتن دھو کر استعمال کئے جائیں اگر اور برتن موجود ہوں تو ان کے برتن استعمال نہ کرو۔

مسئلہ: کتا اگر سدھایا ہوا نہ ہو ذکر تسمیہ کے بعد اسے شکار پر چھوڑا اور اس نے شکار کو قتل کر دیا تو اسکا کھانا جائز نہیں اور اگر اسے صرف روکے رکھا قتل نہ کیا تو ذبح کرنے کے بعد اس کا کھانا جائز ہے۔

باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر

"نهى رسول الله ﷺ عن اكل كل ذى ناب من السباع"

تمام کچلیوں والے درندے اور ناخنوں والے پرندے حرام ہیں۔ کچلیوں والے درندوں سے مراد وہ درندے ہیں جو دانتوں سے شکار کرتے ہیں۔ ہر دانت اور ناخن والا درندہ اور پرندہ حرام نہیں ہے بلکہ وہ پرندے اور درندے حرام ہیں جو پھاڑنے والے ہیں۔

بجو، گوہ، کچھوے، بھڑ اور تمام کیڑے مکوڑوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ پالتو گدھوں اور خچروں کا کھانا جائز نہیں ہے۔

گھوڑے کے گوشت میں اختلاف فقہاء

امام اعظم، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ**:**

گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ**:**

گھوڑے کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پانی کے جانوروں میں اختلاف فقہاء:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ**:**

پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی کا کھانا جائز ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول:

سمندر کے تمام جانوروں کا کھانا مطلقاً حلال ہے۔

باب اباحة الميتة البحر

سمندری جانوروں میں اختلاف آئمہ

احناف رحمہم اللہ تعالی **کا مؤقف:**

پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی کا کھانا جائز ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالی **کا مؤقف اور امام شافعی** رحمہ اللہ تعالی **کا صحیح قول:**

تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

دلیل:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "**احل لکم صید البحر و طعامه**" یعنی تمہارے لئے سمندر کا شکار اور طعام حلال کیا گیا ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالی **کی دلیل:**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں، مچھلی اور ٹڈی"۔

جو مچھلی طبعی موت مر کر سطح آپ پر آ جائے کیا اس کا کھانا جائز ہے؟

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی **کا مؤقف:**

جو مچھلی طبعی موت مر کر سطح آپ پر آ جائے وہ حلال ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالی **کا مؤقف:**

مچھلی طبعی موت مر کر سطح آپ پر آ جائے وہ حرام ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی **کی دلیل:**

"**هو الطهور ماؤه والحل میتته**" آئمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالی **کی دلیل:**

احناف رحمہم اللہ تعالی کی دلیل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو سمندر پھینک دے یا جس سے سمندر ہٹ جائے اس کو کھالو اور جو سمندر میں مر کر سطح آب پر آ جائے اس کو مت کھاؤ۔

باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیة

پالتو گدھے کے گوشت میں علماء کا اختلاف

جمہور صحابہ وفقہاء کا مؤقف رضی اللہ عنہم**:**

پالتو گدھا حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ **کا مؤقف:**

پالتو گدھا حرام نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالی **کا مؤقف:**

امام مالک رحمہ اللہ تعالی کے اس میں تین اقوال ہیں۔

پہلا اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ بہت شدید مکروہ تنزیہی ہے۔

دوسرا قول حرام اور **تیسرا** قول مباح کا ہے۔

باب اکل لحوم الخیل

گھوڑے کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی **اور امام احمد** رحمہ اللہ تعالی **کا مؤقف:**

گھوڑے کا گوشت مباح ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالی **اور امام مالک** رحمہ اللہ تعالی **کا مؤقف:**

گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ اور گناہ ہے، لیکن یہ حرام قطعی نہیں ہے۔

امام اعظم کا ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں کہ امام اعظم نے اپنی وفات سے تین دن قبل گھوڑے کی تحریم سے رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

از فتاویٰ رضویہ

مسئلہ ۱۵۰: از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا از روئے شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو احادیث سے ثابت ہے یا قول فقہاء سے اور فتوی قول امام اعظم پر ہے یا صاحبین؟ بینوا توجروا

الجواب: صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور امام مکروہ فرماتے ہیں، قول امام پر فتوی ہوا کہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی، اور اصح وراجح کراہت تحریم ہے۔ امام قاضی خاں رحمہ اللہ تعالی نے اپنے فتاوی میں اس کی تصحیح فرمائی ہے جبکہ فقہاء نے فرمایا: قاضی خان فقیہ النفس ہیں، لہذا اس کی تصحیح سے عدول نہ ہوگا، اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ پھر قہستانی نے خلاصہ، ہدایہ، محیط، مغنی، قاضی خاں اور عمادی وغیرہا سے کراہت تحریمہ کی تصحیح نقل کی ہے، اور کہا کہ اس پر متون وارد ہیں اھ اور واضح بات ہے کہ ترجیح متون کو ہے اور وہ مذہب کو نقل کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ لہذا ان کا خلاف جو کفایۃ البیہقی میں بیان کیا ہے وہ متون کے معارض نہیں ہوسکتا، اور یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور قیل کے ساتھ نقل شدہ جمہور کا فتوی بھی ان کا معارض نہیں ہوسکتا خصوصا ہماری ذکر کردہ اجلہ ائمہ کی تصحیحات کے بعد۔

مسئلہ ۱۵۲: از دارانگنج ضلع بجنور مرسلہ ممتاز مسیح صاحب ایم اے مشن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ہادی دین جناب مولانا صاحب! عرض مدعا یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت حنفی مذہب میں گھوڑا اور اقسام اور اس کے مثل خچر وگدھے کے حلال ہیں یا حرام؟ یا ان تینوں جانوروں میں سے کون سا جانور حلال ہے؟ مہربانی فرما کر بحوال حدیث شریف یا قول علماؤں کے جواب سے مشرف فرمائے۔

الجواب: گدھا حرام ہے،، یونہی وہ خچر جو گدھی سے پیدا ہوا گرچہ باپ گدھا نہ ہو، اور ہمارے امام اعظم علیہ الرضوان کے مذہب میں گھوڑا مکروہ تحریمی ہے یعنی قریب بحرام، یونہی وہ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو، حدیث میں ہے: نہی علیہ اجل الصلوۃ والسلام یوم خیبر عن لحوم الحمر الاھلیۃ [1] حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خیبر کے روز پالتو گدھے کے گوشت کو ممنوع فرمایا۔ (ت)

(فتاوی رضویہ جلد ۲۰۔ص ۵۶،۵۵)

باب اباحۃ الضبّ

گوہ کیا ہے؟

گوہ جنگل کا ایک مشہور جانور ہے۔ یہ کبھی پانی کے گھاٹ پر نہیں جاتی، اہل عرب کا محاورہ ہے میں اس کام کو اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک کہ گوہ پانی پر نہ چلی جائے۔ابن خالدے لکھا ہے کہ گوہ پانی نہیں پیتی اور سات سو یا اس سے زائد سال تک زندہ رہتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چالیس دن بعد ایک قطرہ پیشاب کرتا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا دانت نہیں گرتا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت جدا جدا نہیں ہوتے بلکہ سالم ایک ہی ٹکرا ہوتا ہے۔

(حیوٰۃ الحیوان، ج ۲، ص ۶۸)

گوہ میں احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

گوہ کھانا جائز ہیں۔دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے، کہ ان کے پاس ایک گوہ کا ہدیہ آیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو کھانے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا۔ پھر ایک سائل آیا حضرت عائشہ نے چاہا کہ اس فقیر کو کھلا دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کیا تم وہ چیز کھلا رہی ہو جو خود نہیں کھاتیں''۔
اگر گوہ کھانے کی ممانعت حرمت کی وجہ سے نہ ہوتی تو آپ صدقہ کرنے کا حکم دیتے۔

امام شافعی کا مؤقف

گوہ کھانا جائز ہے۔دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور کھانے والوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ازمرآۃ المناجیح:

مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یارخان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 662 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس حدیث کی بنا پر (حضرت سیِّدُنا) امام شافعی ودیگر ائمۂ دین رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے فرمایا کہ گوہ حلال ہے۔(حضرت سیِّدُنا) امام اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے نزدیک ممنوع۔وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر حرام ہوتی تو حضور انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے سامنے نہ کھائی جاتی۔امام اعظم (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔اس کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے (جو یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن شِبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ''رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا''سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الضب، ۳/ ۴۹۶، الحدیث: ۳۷۹۶)۔ جب اباحت اور ممانعت میں تعارض ہو تو ترجیح ممانعت کو ہوتی ہے۔

باب اباحۃ الجراد

ٹڈی حلال جانور ہے اسے کھانے کے لیے مارسکتے ہیں اور ضرر سے بچنے کے لیے بھی اسے مارسکتے ہیں۔ چیونٹی نے ایذا پہنچائی اور مار ڈالی تو حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے، جوں کو مارسکتے ہیں اگرچہ اس نے کاٹا نہ ہو اور آگ میں ڈالنا مکروہ ہے، جوں کو بدن یا کپڑوں سے نکال کر زندہ پھینک دینا طریق ادب کے خلاف ہے۔کھٹمل کو مارنا جائز ہے کہ یہ تکلیف دہ جانور ہے۔

(بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۲۵۵)

باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفر

ذکاۃ کی اقسام اور ان کی تعریفات:

ذکاۃ کی دو اقسام ہیں۔ 1۔ذکاۃ اختیاری۔2۔ذکاۃ اضطراری۔ **1۔ذکاۃ اختیاری** یہ ہے کہ مسلمان جانور کے گلے پر چھری پھیرنے کی قدرت رکھتا ہو اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو ذبح کر سکتا ہو۔ذکاۃ اختیار یہ کا رکن ذبح اور نحر ہیں اور **2۔ذکاۃ اضطراری** یہ ہے کہ جانور کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح نہ کر سکے۔اس کا رکن یہ ہے کہ جانور کے بدن کے کسی بھی حصے کو زخمی کر دیا جائے۔

ذبح کی تعریف:

سینے کے بالائی حصے اور جبڑے کے درمیان جو رگیں ہیں ان کو کاٹ دیا جائے۔

نحر کی تعریف:

حلق کے آخری حصے کی رگوں کو کاٹ دیا جائے۔

کتاب الاضاحی

قربانی کے واجب یا سنت ہونے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

امیر کے حق میں قربانی کرنا سنت ہے، اگر جان بوجھ کر ترک کرے گا تو گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ ہی قضاء لازم ہوگی۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔بعض مالکیہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

امام اعظم کا مشہور قول یہ ہے کہ جو مقیم ہو اور صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ **کی دلیل:**

امام اعظم کی دلیل آیت مبارکہ ہے۔اللہ عزوجل قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے،"﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ "اپنے رب کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔

نیز حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،"جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے پاس نہ آئے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ **کی دلیل:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔"قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں کی گئی"۔

رد:

یہ ہمارے خلاف دلیل نہیں بن سکتی کیوں کہ فرض کے تو ہم بھی قائل نہیں ہیں۔

قربانی کے اول وقت میں مذاہب فقہاء

امام کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد قربانی کرنا بالاتفاق جائز ہے۔طلوع فجر سے پہلے قربانی کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔اور اس کے بعد میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

گاؤں اور دیہات والوں کے حق میں فجر ثانی طلوع ہونے کے بعد فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور شہر والوں کے حق میں جب تک امام نماز جمعہ اور خطب سے فارغ نہ ہو جائے قربانی کا وقت داخل نہیں ہوتا، اگر کسی نے اس سے پہلے قربانی کر دی تو جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ**:**

طلوع افتاب کے بعد جب نماز عید اور دو خطبوں کی مقدار کا وقت گزر جائے تو قربانی کرنے کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ**:**

جب تک امام نماز اور خطبہ سے فارغ ہو کر خود ذبح نہ کرے اس وقت قربانی کرنا جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

امام کی نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے، اور اس کی نماز کے بعد جائز ہے خواہ امام نے ذبح نہ کیا ہو، اور ان کے نزدیک اس مسئلہ میں شہر اور دیہات والوں کا حکم برابر ہیں۔

از بہار شریعت:

قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں۔

(بہار شریعت، ج۳، حصہ ۱۵، ص ۳۳۶)

قربانی کرنے کے آخری وقت میں فقہاء کا مؤقف:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ**:**

یوم نحر اور اس کے بعد تین دن تک قربانی کرنا جائز ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہ اللہ تعالیٰ**:**

قربانی کرنا یوم نحر اور اس کے بعد دو دن تک خاص ہے۔

ایام ذبح کی راتوں میں قربانی کرنے کے بارے میں اختلاف:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مشہور قول:**

رات کو قربانی کرنا جائز نہیں ہے، وہ صرف ذبیحہ کا گوشت ہے۔ امام محمد سے بھی ایک روایت یہ ہی ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

رات میں قربانی کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

باب سن الاضحیة

قربانی کے جانور چھ قسموں پر ہیں۔

1۔ دنبہ۔ 2۔ مینڈھا۔ 3۔ بکری بکرا۔ 4۔ گائے۔ 5۔ بھینس۔ 6۔ اونٹ۔

دنبہ، مینڈھا، بکری اور بکرا، ان کی عمر ایک سال ہونی چاہیے، (دنبہ، مینڈھا چھ ماہ کا ہو اور دیکھنے میں ایک سال کا لگے تو ان کی قربانی جائز ہے)، گائے، بھینس کی عمر دو سال ہونی چاہیے اور اونٹ کی عمر کم از کم پانچ سال ہونی چاہیے۔

باب استحباب الضحیة و ذبحها مباشرة بلا توکیل و التسمیة و التکبیر

"ضحّیٰ رسول اللہ ﷺ بکبشین املحین اقرنین قال (انس) و رایته یذبحهما بیده و رایته واضعا قدمه علی صفاحهما قال (انس) و سمّی و کبّر"

معلوم ہوا خود قربانی کرنا افضل ہے، اگر خود قربانی کرنا نہ جانتا ہو تو وکیل بھی جائز ہے۔ اگر تسمیہ وتکبیر جان بوجھ کر چھوڑی تو قربانی نہیں ہوگی اگر بھول کر چھوٹ گئی تو ہو جائے گی۔

باب جواز الذبح بکل ما انھر الدم الا السن و الظفر و سائز العظام

جو چیز خون کو بہادے اس سے ذبح کرنا جائز ہے۔ ہڈیوں ناخنوں اور دانت سے ذبح کرنے میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

ہڈیاں، ناخن اور دانت متصل ہوں یا منفصل، ان سے جانور ذبح کرنا جائز نہیں۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

ہڈیاں، ناخن اور دانت اگر متصل ہوں تو ان سے ذبح نہیں کر سکتے اور اگر ہڈیاں، ناخن اور دانت منفصل ہوں تو ان سے ذبح کرنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے کئی اقوال ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا **مشہور قول** یہ ہے کہ ہڈی کے ساتھ جائز ہے مگر دانت سے نہیں۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ہڈیاں، ناخن اور دانت متصل ہوں یا منفصل، ان سے جانور ذبح کرنا جائز نہیں۔ اور **تیسرا قول** یہ ہے کہ ہڈیاں، ناخن اور دانت اگر متصل ہوں تو ان سے ذبح نہیں کر سکتے اور اگر ہڈیاں، ناخن اور دانت منفصل ہوں تو ان سے ذبح کرنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

اسکے علاوہ شیشہ، ٹھیکری، اینٹ، بانس اگر تیز دھار ہوں تو ان سے ذبح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ لیکن عرف میں جو آلات استعمال ہوتے ہیں ان سے ہی ذبح کرنا چاہیئے۔

باب بیان ما کان من النھی عن اکل لحوم الاضاحیّ بعد ثلاثٍ فی اول الاسلام و بیان نسخہ و اباحتہ الی متی شاء

''ان رسول اللہ ﷺ نھانا ان نأکل من لحوم نسکنا بعد ثلاث''

''عن جابر عن النبی ﷺ انہ نھی عن اکل لحوم الضّحایا بعد ثلاثٍ ثم قال بعدُ کلوا و تزَوَّدُوا وَادَّخِرُوا''

اول اسلام میں قربانی کا گوشت تین دن سے زائد رکھنا حلال نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھا کہ اس وقت اسلام پھیل رہا تھا اور جو نئے نئے مسلمانوں ہوئے تھے وہ فقر اور مفلسی کا شکار تھے، کیوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے گھر والے ان سے قطع تعلق کر لیتے یا وہ اپنے آبائی مقام سے ہجرت کر لیتے۔ اس لئے ان تک بھی گوشت پہنچے اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ تین دن سے زائد گوشت ذخیرہ نہ کیا جائے۔

باب النھی من دخل علیہ عشرُ ذی الحجۃ و ھو مرید التضحیّۃ ان یأخذ من شَعرہ او اظفارہ شیئاً

قولہ ﷺ:

''اذا دخلت العشر و اراد احدکم ان یُضَحِیَ فلا یمس من شَعرہ و بشرہ شیئا''

عشرہ ذوالحجہ میں قربانی سے پہلے قربانی کرنے والے کے لئے بال اور ناخن کاٹنا جائز ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ **کا مؤقف:**

عشرہ ذوالحجہ میں قربانی سے پہلے قربانی کرنے والے کے لئے بال اور ناخن کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالی **کا مؤقف:**

ایسا کرنا بہتر نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالی**:**

امام مالک رحمہ اللہ تعالی کے اس میں تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔**دوسرا قول** یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔**تیسرا قول** یہ ہے کہ اگر نفلی قربانی ہے پھر بال اور ناخن اتارنا ناجائز ہے، اگر واجب قربانی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

عدم حرمت کی دلیل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہدی (قربانی کا جانور) کے ہار بنتی تھی، رسول اللہ ﷺ وہ ہار اس کے گلے میں ڈال کر روانہ کردیتے اور جو چیزیں اللہ تعالی نے آپ پر حلال کی تھیں ان میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ کی ھدی کی قربانی ہوجاتی تھی۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ھدی کو قربانی کے لئے بھیجنا قربانی کا ارادہ کرنے سے زیادہ قوی ہے، جب ھدی کو بھیجنے سے کوئی شے حرام نہیں ہورہی تو قربانی کا ارادہ کرنے سے کوئی شے کیسے حرام ہوجائے گی؟ اس لئے امام شافعی اس باب کی احادیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں۔

بال نہ کاٹنے کی حکمت

اس میں حکمت یہ ہے کہا انسان اپنے تمام اعضاء کے ساتھ باقی رہے تاکہ مکمل طور پر جہنم سے آزاد ہو۔بعض نے کہا کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کی محرم کے ساتھ مشابہت ہوجائے۔لیکن اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ قربانی کرنے والا خوشبو بھی لگا تا ہے اور عورت کے پاس بھی جاتا ہے اور سلے ہوئے کپڑے بھی پہنتا ہے جب کہ محرم ایسا نہیں کرتا۔تو اس کا جواب دیا کہ مشابہت صرف بعض اوصاف میں اشتراک سے ہوجاتی ہے، مشابہت کے لئے مکمل اشتراک ضروری نہیں۔

باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالی و لَعْنِ فاعلہ

"لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ و لعن اللہ من اٰوی مُحْدِثاً و لعن اللہ من لعن و الدیہ و لعن اللہ من غَیَّرَ المَنَارَ"

والدین کو لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا جائے، یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ ذبح کرنے والا کوئی بھی ہو۔اگر تعظیم کے ارادہ سے کیا تو ذبیحہ حرام ہے، اور اگر تعظیم بطور عبادت کے کی تو کفر ہے۔ذبح کرنے والا پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہوجائے گا۔ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا یا اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ملایا تو بھی ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

☆......مسلمان جو بزرگان دین کے ایصال ثواب کے لئے جانور ذبح کرتے ہیں، یہ اہلال لغیر اللہ نہیں۔ بلکہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے اور ان سے جو گوشت حاصل ہوتا ہے اس کا کھانا پکا کے غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یا وہ ہی گوشت غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ بزرگان دین کو ایصال کیا جاتا ہے۔لہذا یہ عمل درست ہے۔نہ کہ شرک و بدعت جیسے کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔

کتاب الاشربہ

خمر کا لغوی معنیٰ:

امام اعظم:

حقیقت میں خمر انگور کے اس کچے شیرے کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔ امام اعظم فرماتے ہیں لغت میں خمر کا یہ ہی معنیٰ ہے۔

شراب اسی طرح نجاست غلیظہ ہۓ جس طرح پیشاب۔ خمر کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے۔ اور مسلمان کے حق میں یہ مال متقوم نہیں۔ اس لئے اگر کسی نے شراب بہا دی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ البتہ ذمی کافر کے حق میں یہ مال متقوم ہے۔ خمر سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔

خمر کی حد:

خمر کی حد 80 کوڑے ہیں۔

آئمہ ثلاثہ:

خمر کا مطلب ہے عقل ڈھانپنا۔ تو جو چیز بھی عقل کو ڈھانپے وہ خمر ہے۔ ان کی **دلیل** یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر اسی طرح جس کا کثیر حرام ہے اس کا قلیل بھی حرام ہے۔

رد:

1.....آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا رد یہ ہے کہ ہر نشہ آور شے کو شراب کہا گیا ہے تو یہ مجازا ہے۔

2.....یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ جس کا کثیر نشہ دے اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ یہ حدیث ہے ہی نہیں اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ جو حدیث یحییٰ بن معین روایت نہ کریں وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

باب تحریم تخلیل الخمر

عَنْ أَنَسٍ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ تُتَّخَذُ خَلًّا، فَقَالَ: لَا".

کیا خمر کو سرکہ بنانا جائز ہے؟

خَلٌّ: سرکہ **تخلیل**: سرکہ بنانا **تخلل**: پڑے پڑے سرکہ بن جانا

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف:

تخلیل و تخلل دونوں جائز ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

تخلیل ناجائز ہے۔ یہ اس وقت ہے جب روٹی، پیاز، خمیرہ وغیرہ ڈالا جائے۔ تو اس سے شراب پاک نہیں ہوگی۔ اور وہ چیزیں بھی کسی اور صورت میں پاک نہیں ہوں گی۔ تخلل جائز ہے۔

اگر شراب کو دھوپ سے سائے میں یا سائے سے دھوپ میں لے جایا جائے تو ایک قول کے مطابق پاک ہوجائے گی اور ایک قول کے مطابق ناپاک ہی رہے گی۔

دلیل:

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"لا" فی جواب أیتخذ الخمر خلاً

امام مالک کا مؤقف:

امام مالک کے اس بارے میں تین قول ہیں۔ 1۔ پاک ہے مگر گناہ گار ہوگا۔ 2۔ حرام ہے۔ 3۔ پاک حلال ہے گناہ گار بھی نہیں۔

دلیلنا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"یطهر الخمر بالتخليل كما يطهر الجلد بالدباغة"

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی **کی دلیل کا جواب:**

ان میں شراب کا چلن بہت زیادہ عام تھا اوران کے دل میں شراب کی محبت بھی تھی تو ایسا نہ ہو کہ اس کے برتن دیکھ کا شیطان انہیں فتنے میں مبتلا کر دے اس لئے نہی میں شدت اختیار کی گئی اوراس کے برتن تک توڑ دینے کا حکم دیا۔

پہلی امتوں میں شراب حلال تھی۔ کیوں کہ ان کی قوت مدافوت زیادہ ہوا کرتی تھی اس لئے ان کے لئے حلال تھی۔ اس امت میں ابتداءً حلال تھی تا کہ یہ امت اس کے نقصانات کا ازخود مشاہدہ کر لے۔

بھنگ کا حکم:

بھنگ بطور لہولعب کے استعمال کی جائے تو حرام ہے۔ اگر بطور علاج ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح حشیش جو کہ خشک گھاس ہے اورسستی پیدا کرتی ہے۔ متاخرین نے اس کی حرمت پر اجماع کیا ہے۔ افیون کا بھی یہ ہی حکم ہے۔ اگر بطور علاج استعمال کرنے سے نشہ آ گی اوراس نشہ کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق دی تو واقع نہیں ہوگی۔

بابُ تَحْرِيمِ التَّدَاوِي بِالْخَمْرِ وَبَيَانِ أَنَّهَا لَيْسَتْ بِدَوَاءٍ

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ الْجُعْفِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يَصْنَعَهَا، فَقَالَ: إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: "إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهُ دَاءٌ".

احناف وشوافع رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک شراب کو داخلی یا خارجی جسم میں بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شراب دوا نہیں بلکہ خود ایک بیماری ہے۔ اگر گلے میں لقمہ پھنس جائے اوراسے اتارنے کے لئے کوئی اور شے دستیاب نہ ہو تو اتنی مقدار میں شراب پینا کہ لقمہ گلے سے اتر جائے، اس کی اجازت ہے۔

بابُ بَيَانِ أَنَّ جَمِيعَ مَا يُنْبَذُ مِمَّا يُتَّخَذُ مِنَ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ يُسَمَّى خَمْرًا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ".

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ چھواروں اور منقی وغیرہ سے جو نبیذ بنائی جاتی ہے وہ بھی خمر ہے۔ اور جب نشہ آور ہو تو حرام ہے اور یہ ہی جمہور فقہاء کا نظریہ ہے۔

بہ ظاہر یہ حدیث فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالی کے خلاف ہے، کیوں کہ **فقہاء احناف** رحمہم اللہ تعالی یہ کہتے ہیں کہ خمر صرف انگور سے بنائی جاتی ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک سے خمر بنائی جاتی ہے۔ جیسے قرآن پاک کی آیت ہے،

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں کے رسول نہ آئے تھے۔

حالانکہ جنات میں سے کوئی رسول نہیں آیا، تمام رسول انسانوں میں سے مبعوث ہوئے۔ اس لئے اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ایک جماعت سے رسول نہیں آئے۔

اس حدیث کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ انگور سے بنائی ہوئی شراب پر خمر کا اطلاق حقیقی ہے اور کھجور سے بنائی ہوئی شراب پر خمر کا اطلاق مجازی ہے۔

بَابُ كَرَاهَةِ انْتِبَاذِ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ مَخْلُوطَيْنِ

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى أَنْ يُخْلَطَ الزَّبِيبُ وَالتَّمْرُ وَالْبُسْرُ وَالتَّمْرُ"

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ "نَهَى أَنْ يُنْبَذَ التَّمْرُ وَالزَّبِيبُ جَمِيعًا، وَنَهَى أَنْ يُنْبَذَ الرُّطَبُ وَالْبُسْرُ جَمِيعًا"

دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا جائز ہے یا نہیں۔اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک کا مؤقف:

دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا جائز نہیں ہے۔

امام شافعی کا مؤقف:

دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

احناف کا مؤقف:

دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا جائز ہے۔احناف کا استدلال بایں طور ہے کہ جب ایک ایک شے سے علیحدہ علیحدہ طور پر نبیذ بنا سکتے ہیں تو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہے۔اس کی تائید ابو داود شریف کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنائی گئی۔

مذکورہ احادیث کا محمل:

ان احادیث میں جو ممانعت آئی ہے وہ تنگی کے وقت کی ہے کہ تنگی کے وقت دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ وسائل کم تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شے سے نبیذ بنائی جائے اور دوسری چیز کو اور کاموں کے لئے استعمال کیا جائے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الِانْتِبَاذِ فِي الْمُزَفَّتِ وَالدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَبَيَانِ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ وَأَنَّهُ الْيَوْمَ حَلَالٌ مَا لَمْ يَصِرْ مُسْكِرًا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ أَنْ يُنْبَذَ فِيهِ".

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ "نَهَى عَنِ الْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ"، قَالَ: قِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: مَا الْحَنْتَمُ؟ قَالَ: الْجِرَارُ الْخُضْرُ.

المزفت: تارکول لگا ہوا برتن۔ الدباء: کدو کو اندر سے خال کر کے بنایا گیا برتن۔ الحنتم: سبز رنگ کا گھڑا۔ النقیر: کھجور کے تنے کو کھوکھلا کر کے بنایا گیا برتن۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا کیونکہ یہ برتن شراب کے لئے استعمال ہوتے تھے اور شراب کی حرمت ابھی ہی ہوئی تھی تو ان برتنوں میں نبیذ بنانا شراب کی طرف داعی تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں میں شراب بنانے سے منع فرمایا۔لیکن جب خمر کی حرمت ان کے دلوں میں راسخ ہوگئی تو پھر اجازت دی گئی اور ان برتنوں میں نبیذ بنانا جائز قرار دیا گیا۔

کتاب ۳۰ باب ۷ ص ۲۵۴